ڈاکٹر رخشندہ مراد

استاد شعبہ اردو، نمل اسلام آباد

جوش ملیح آبادی کا نثری اسلوب

Dr. Rukhshanda Murad

Assistant Professor Urdu Department

NUML Main Campus Islamabad.

Josh Malihabadi's Style of Writting

Josh Malihabadi is known and popular due to his distinctive poetic style in Urdu literature, but "Yaadon Ki Baraat" is the only piece of writting, which can witness to him as a new trend setter in urdu autobiography. The genre of autobiography achieved a literary status in non-fiction prose with "Josh's style of writing". In this artical researcher tried to threw a light on writing style of Josh Malihabadi and also discussed all those important characteristics which gave him separate status among writers of his age and these peculiarities of his writing style have made Josh a trendsetter in urdu autobiography.

جوش ملیح آبادی اردو ادب کی قد آور شخصیت ہیں۔ اصل نام شبیر حسن خان اور جوش تخلص کرتے تھے۔ ۲ نومبر ۱۸۹۶ء کو ملیح آباد میں پیدا ہوئے۔ چنانچہ اسی حوالے سے دنیائے ادب میں جانے پہچانے گئے۔ اگرچہ وجۂ شہرت شاعری ہے تاہم نثر کے میدان کے بھی شہسوار ہیں۔ ان کی خودنوشت ''یادوں کی برات'' (۱۹۷۰ء) اردو ادب میں رائج الوقت مشرقی مزاج سے انحراف اور اردو آپ بیتی کی صنف میں ایک نئی روایت کا آغاز اور جرأت مندانہ و بیباکانہ اسلوب کی خشتِ اول بھی ہے۔ یہ خودنوشت مزاجاً روسو (Rousseau) کی خودنوشت ''اعترافات'' Confessions سے بہت قریب معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ جوش نے بھی اپنی سوانح میں سچ بولنے کی مقدور بھر کوشش کی ہے۔ اور یوں اُردو سوانح کی نویسی میں ایک رجحان ساز گار نثر نگار کے طور پر سامنے آئے اور اپنے جراتت مندانہ، بے باکانہ اور تخلیقی اُسلوب کی چاشنی سے اس غیر افسانوی صنف کو ادبیت عطا کی۔ اپنی خودنوشت سوانح کے ابتدائی

صفحات میں ہی جوش نے اپنے مزاج کے اہم میلانات بیان کر دیئے ہیں۔ بقول جوش:

> میری زندگی کے چار میلانات ہیں۔ شعر گوئی، عشق بازی، علم طلبی اور انسان دوستی۔ ان سب کو سلسلہ وار دیکھ لیجیے تاکہ آپ سمجھ لیں کہ میں کیا ہوں۔(۱)

شعر گوئی کے حوالے سے جوش شاعری کو اپنی ذات کا الہامی جوہر تصور کرتے ہیں۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ میں نے آج کی تاریخ تک ایک مصرع بھی ''بالقصد'' موزوں کرنے کا ارتکاب نہیں کیا۔ ''عشق بازی'' میں جوش کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا وہ عشق کو انسان کے لیے لازمی چیز تصور کرتے ہیں۔ جبکہ علم طلبی کے ضمن میں یوں رقمطراز ہیں کہ ''مجھ کو حصولِ علم کا چسکا بھی لڑکپن ہی سے تھا۔ اگر میرے دل میں علم کی لگن نہ ہوتی تو دیگر رئیس زادوں کی مانند جاہل رہ جاتا۔'' اسی طرح بنی نوع انسان سے محبت کو وہ ایمان کا درجہ دیتے ہیں اور اپنی انسان دوستی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ ''حبِ انسانی، عین ایمان، انسان کا چہرہ گیتا اور قرآن'' جوش کے بیان کیے گئے رجحانات میں سے کوئی بھی رجحان سچا ہے یا من گھڑت، اس بحث سے بالاتر ہو کر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ ان میلانات سے جوش کی شخصیت کے خط وخال ضرور واضح ہوئے ہیں۔ بقول ڈاکٹر انور سدید:

> جوش ملیح آبادی کی یادوں کی برات'' آزادہ بیانی کا لذت انگیز مرقع ہے۔ اس میں حالاتِ زندگی کا جز رومد دیدنی بھی ہے اور شنیدنی بھی اور ان سے جوش کی خود مرکزیت زیادہ نمایاں ہے۔(۲)

جوش نے اپنی سوانح ''یادوں کی برات'' کو پانچ عنوانات کے تحت منقسم کیا ہے۔ ''چند ابتدائی باتیں'' پہلا عنوان ہے جو کہ ان کی زندگی کے ذاتی احوال پر مبنی ہے۔ ''میرا خاندان'' دوسرا عنوان ہے جس میں انھوں نے ''پردادا'' سے لے کر اپنے پورے خاندان اور بچوں کا تعارف، مزاج اور عادات پر بات کی ہے۔ ''میرے چند قابلِ ذکر احباب'' تیسرا عنوان ہے، جبکہ ''میرے دور کی چند عجیب ہستیاں'' چوتھے عنوان کے تحت دوست واکابرین کے خاکے اور ان کے حال احوال بیان کیے گئے ہیں۔ آخری عنوان ''میرے معاشقے'' میں جوش نے اپنے اٹھارہ معاشقوں میں سے صرف آٹھ کی روداد درج کی ہے۔ بقول ڈاکٹر سلیم اختر:

> جوش ملیح آبادی نے یادوں کی برات میں اپنے ڈیڑھ درجن معاشقوں کے تذکرے سے پہلی مرتبہ روایت شکنی کی اور انھوں نے اپنی شاعرانہ نثر میں جو بہت ہی غیر شاعرانہ باتیں کی ہیں، ان کی بنا پر یہ کتاب تحلیل نفسی والوں کے لیے بھی کارآمد ہو سکتی ہے۔(۳)

جوش کی سوانح عمری ان کی داخلی شخصیت یعنی ان کے مزاج، پسند ناپسند، تعلیم، تربیت، کردار، مشاہدات، افتادِ طبع اور فلسفۂ حیات کی عکاس ہے۔ جوش افسانہ نگار نہیں ہیں لیکن ان کا اندازِ بیان اور ان کا اسلوب افسانوی بیانیہ طرز کا ہے جو آپ بیتی کی صنف کے لیے ایک اضافی خوبی تصور کیا جا سکتا ہے۔ ایسا افسانوی اندازِ بیان قاری کی توجہ اور دلچسپی، تحریر سے ہٹنے نہیں دیتا۔ بلکہ قاری مصنف کے ساتھ ساتھ ماضی تا حال اس کی زندگی کے حالات وواقعات کا سفر کرتا ہے اور احساسات وجذبات کی شدت کو بھی محسوس کر سکتا ہے۔

جوش آفریدی پٹھان تھے۔ ان کی سوانح کے مطابق وہ بہت ناز ونعم میں پروان چڑھے۔ اعلیٰ خاندانی سلسلے اور عیش پرستی

نے مزاج میں احساسِ برتری کو جنم دیا۔ تاہم جوش نے خودنوشت میں خود کو فطرتاً نرم دل ثابت کرنے کی بے طرح کوشش کی ہے۔ لیکن ''یادوں کی برات'' میں بیان کردہ کئی واقعات ان کی ''انسان دوستی'' کے میلان کی نفی کرتے نظر آتے ہیں۔ اپنے مزاج کے بدلتے رنگوں کے حوالے سے جوش خود اپنی ذات کو بھی نہیں سمجھ پاتے۔ مثلاً لکھتے ہیں:

> کچھ سمجھ نہیں آتا کہ میں، بچپن میں تھا کیا؟ شعلہ تھا کہ شبنم، حدید تھا کہ حریر، نوکِ خار تھا کہ برگِ گل، خنجر تھا کہ ہلال، چنگیز خان کا علمبردار تھا کہ رحمۃ اللعالمین کا پرستار؟ (۴)

جوش کی طبیعت کے اس تضاد اور ہر لحہ بدلتے مزاج پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر احتشام حسین لکھتے ہیں کہ جوش ایک ذہین اور زود فہم انسان ہیں، ان کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

> جوش کا سینہ کتنے متضاد اور متصادم عناصر کی جولان گاہ ہے۔ کیا ان کی شخصیت میں ان کا اظہار نہیں ہوگا؟ پھر کیا جوش کی شخصیت ایک پارہ پارہ بیمار شخصیت ہے۔ ایسا نہیں ہے ان کا کردار ایک ایسے ذہین، ذکی اور زود حس انسان کا کردار ہے جو عمل میں کم اور خیال میں زیادہ اپنے ماحول اور گرد و پیش کے واقعات سے متاثر ہوتا ہے۔ (۵)

''یادوں کی برات'' کا پانچواں حصہ ''میرے معاشقے'' کا بیان جہاں انھیں اردو خودنوشت نگاری میں ایک نئی روایت کا معمار اور جرأت مندانہ اور بے باک اسلوبِ نگارش کا پیش رو بناتا ہے وہاں وہ ان معاشقوں کے بیان کے حوالے سے سخت معتوب بھی قرار دیئے گئے ہیں۔ بقول نامی انصاری:

> جوش نے اپنے ڈیڑھ درجن معاشقوں کی جو داستانیں سنائی ہیں اور سادہ رویانِ روزگار اور نازنینانِ سحر نگار کے لذت آگیں غموں کے ذکر سے جس طرح جوش نے ذہنی حظ اٹھانے کی کوشش کی ہے وہ بھی ''یادوں کی برات'' کا ایسا ناقابلِ التفات حصہ ہے جس پر اعتبار کرنا مشکل ہے۔ یہ داستانیں یک طرف اور غیر فطری ہیں۔ (۶)

عبدالماجد دریا آبادی نے ''یادوں کی برات'' پر تبصرہ ''ایک گندی کتاب'' کے عنوان کے تحت کیا ہے۔ کسی بھی سوانح کے مطالعہ کا مقصد محض مصنف کے افعال و کردار کو قابلِ تحسین یا قابلِ مذمت ثابت کرنا نہیں ہوتا بلکہ اس فن پارے کی ادبی حیثیت کا تعین کرنا زیادہ اہم ہے۔ جوش اپنے عشق بازی کے میلان سے خوب واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ ان کے معاشقوں کے بیان پر ناقدین کے تاثرات کیا ہوں گے۔ مثلاً لکھتے ہیں:

> جانتا ہوں کہ بدتوفیق صالحین، میری یہ بات سن کر منھ بنالیں گے، لیکن ڈنکے کی چوٹ پر یہ کہتا ہوں کہ ہر چند میرے بال سفید ہو چکے ہیں لیکن بحمداللہ کہ میرا نامۂ اعمال ابھی تک سیاہ ہے۔ (۷)

''آپ بیتی'' کا اہم ترین تقاضا ''بیان کی سچائی'' ہے۔ چنانچہ اس تقاضے کو پورا کرنے کی پاداش میں اگرچہ جوش پر ناقدین کی جانب سے ''سنگ باری'' بھی ہوئی ہے تاہم وہ اس تقاضے کو بہت ایمانداری سے نبھاتے نظر آتے ہیں۔ ناقدینِ ادب

کے مطابق مشرقی اخلاقی روایات سے انحراف کے مرتکب جوش ملیح آبادی کے معاشقے بے راہ روی کے علاوہ کچھ نہیں ہیں، تاہم جوش نے اپنے معاشقوں کے بیان سے پہلے ''میرا خاندان'' کے عنوان کے تحت اپنے حسب نسب اور ان کے مشاغل و اطوار کا ذکر بھی بہت جرأت مندی سے کیا ہے۔ مثلاً اپنے دادا سے وہ بے حد متاثر تھے اور ان سے محبت کرتے تھے، لیکن ان کی نجی و جنسی زندگی کے معاملات کو بے دھڑک بیان کر دیا ہے۔ اس قسم کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا خاندانی مزاج ہی اس قسم کا تھا جہاں جنسی معاملات اور معاشقوں حتیٰ کہ ان کے بیان کو بھی غیر اخلاقی حرکت تصور نہیں کیا جاتا تھا۔

چنانچہ ایسے ماحول میں پروان چڑھنے والے شخص میں جرأت مندی، بے باکی، تفاخر، غصہ اور رحم دلی وغیرہ جیسی خصوصیات وراثت اور ماحول کی عطا کردہ ہیں۔ مصنف کی شخصیت (داخلی اور باطنی) اس کے اسلوب میں جلوہ گر ہوئی ہے۔ ''جوش کی شخصیت کی تعمیر میں وراثت اور ماحول دونوں کا یکساں کردار نظر آتا ہے۔ جوش نے انانیت، غصہ و رحم دلی کے جذبات اور نسلی افتخار جیسی خصوصیات وراثت میں پائیں جبکہ عیش پسندی اور اپنا قد اونچا رکھنے کی کوشش جیسی خصوصیات ماحول سے حاصل کیں۔ ماضی کی یادوں میں کھوئے رہنے والے اس شخص کی شخصیت میں پائے جانے والے تضاد کی ایک نفسیاتی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انھوں نے اپنے خاندان کی جاہ و حشمت کو تمام تر تہذیبی نقوش کے ساتھ مٹتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس آپ بیتی میں جوش کی شخصیت کے کئی پہلو اور ذات کے کئی عکس نظر آتے ہیں۔ کہیں وہ نرگسیت کا شکار دکھائی دیتے ہیں اور کہیں اپنے خاندان کے جاہ و جلال پر فخر کرتے ہوئے ''پدرم سلطان بود'' کے مصداق ایک ماضی پرست انسان، کہیں ان کا عمل ایک جاگیردار کا سا ہے اور کہیں وہ انقلاب پسند کے روپ میں جلوہ گر ہوئے ہیں۔ جاگیرداری کا تصور شخصی آزادی کی صریحاً نفی ہے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ ان کی شخصیت کے یہ دونوں روپ باہم دست و گریباں رہے۔'' (۸)

چنانچہ جوش کی خودنوشت کا اسلوب ان کی مکمل شخصیت کا آئینہ دار ہے۔ یہ اسلوبِ نگارش جوش کو بحیثیت ''انسان'' متعارف کراتا ہے یعنی ایک ایسی شخصیت جو انسانی صفات کی حامل ہے۔ وہ اچھائیوں اور برائیوں کا مرقع ہے۔ وہ کوئی فرشتہ نہیں ہے اور نہ ہی ماورائی خصوصیات کا حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام تر اخلاقی خامیوں کے باوجود جوش کے اسلوبِ تحریر پر ''سچ'' کی کیفیت غالب ہے اور اس خصوصیت کا اعتراف بھی لازم ہے۔

اسلوب کے داخلی عناصر کا مطالعہ مصنف کی شخصیت کے وہ پہلو سامنے لاتا ہے جو اس کے طرزِ عمل، طرزِ خیال، طرزِ احساس، طرزِ مشاہدہ، پسند ناپسند اور مزاج وغیرہ کے عکاس ہوتے ہیں۔ یہ عناصر مصنف کی تحریر میں انفرادیت پیدا کرنے کے موَجب بنتے ہیں۔ جوش مزاجاً انشاپرداز ہیں وہ جس انداز سے بولتے، سوچتے اور مشاہدہ کرتے ہیں ان تمام اعمال کو اسی انداز میں صفحۂ قرطاس پر رقم کرتے چلے جاتے ہیں۔ ان کی زبان، الفاظ کا انتخاب، جملے کی بناوٹ، عبارت آرائی اور بات کہنے کا الگ اور انوکھا ڈھنگ یہ تمام خصوصیات انھیں ایک منفرد اور اعلیٰ درجے کے انشاپرداز کی مسند پر فائز کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ''یادوں کی برات'' کی خوبصورتی اور انفرادیت اس کا اسلوب ہے۔ ناقدین نے جوش کی خودنوشت کے ہر پہلو پر اگرچہ دل کھول کر تنقید کی ہے۔ لیکن ہر ناقد ان کے اسلوبِ نگارش کو سراہتا نظر آتا ہے۔ مثلاً رشید حسن خان لکھتے ہیں:

شاعری کے سلسلے میں اس بات کو سبھی مانتے ہیں کہ بے شمار الفاظ گویا ہاتھ باندھے ان کے سامنے کھڑے رہتے تھے۔لیکن حقیقتاً اس کا کمال نثری تصنیف میں نظر آتا ہے۔ ایک مفہوم کو ادا کرنے اور اس کے اطراف و جہات کو مرتب اور مکمل کرنے کے لیے اور اس سے متعلق تفصیلات کو نمایاں کرنے کے لیے جتنے اور جیسے لفظ ان کا قلم لکھتا چلا جاتا ہے اس کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے جب میں نے پہلی بار اس کتاب کو پڑھا تو بہت سے مقامات پر یہ محسوس ہوا تھا جیسے پہلے پہل یہ بات معلوم ہو رہی ہو کہ ہماری زبان میں الفاظ کا اس قدر ذخیرہ ہے۔اس میں ایسے الفاظ ہیں۔(۹)

''یادوں کی برات'' کے اسلوب کی ایک اہم خصوصیت مقفیٰ و مسجع فقروں کا استعمال اور شاعرانہ طرزِ ادا ہے۔تشبیہات، استعارات اور کنایہ کے ماہرانہ استعمال نے عبارت کی خوبصورتی کو بڑھا دیا ہے۔''میرے چند قابل ذکر احباب'' میں جوش نے جن شخصیات کے خاکے تحریر کیے ہیں ان کی تعداد ۳۳ ہے۔ ہر شخصیت کے تعارفی بیان میں مقفیٰ و مسجع لفظیات کا بحرِ بیکراں ہے جو رُکنے میں نہیں آتا۔مثلاً فانؔی بدایونی کے تعارف کی تمہیدی عبارت کچھ یوں ہے:

تاج باختہ بادشاہوں، روزگار گزیدہ فن کاروں، امید بریدہ مریضوں، شیب دریدہ محبوبوں، معشوق سوختہ عاشقوں، پریدہ رنگ بیوہ، نوعروسوں، سپر مردہ باپوں اور پدر گم کردہ یتیموں کے خیمۂ سوگواری میں بیٹھ کر، سخت مغموم قدرت نے۔غم دوراں وغم جاناں کے آفات۔دیوارِ گریہ کی مٹی کو۔میر تقی میر کے آنسوؤں میں تر کر کے، گوندھا۔اس مٹی سے ایک دُبلا پتلا۔گندمی رنگ کا پتلا بنایا۔اس پتلے کے دھڑ کتے دل میں تمنائے مرگ کی روح پھونک دی اور نام رکھ دیا اس کا ''فانی بدایونی۔(۱۰)

پنڈت جواہر لال نہرو کے تعارف میں یوں رطب اللسان ہیں:

وہ اپنی موہنی صورت کی جاذبیت، اپنے رنگ کی طلاقت، اپنی آنکھوں کی مروت، اپنے لہجے کی عذوبت، اپنے تکلم کی موسیقیت، اپنے تبسم کی حلاوت، اپنے خاندان کی وجاہت، اپنے دل کی آفاق اور آغوش وسعت، اپنے مزاج کی بے نظیر شرافت اور اپنے کردار کی بے مثال نجابت کے اعتبار سے ایک ایسے انسان تھے جو اس کرۂ خاکی پر، صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔(۱۱)

جوش کے شاعرانہ مزاج کا رنگ ان کی نثر کا بھی حصہ بنا ہے۔ان کی نثر مرصع عبارت کی آرائش کے ساتھ ساتھ مذکورہ شخصیات کے نقوش بھی واضح کرتی ہے اور زبان و بیان کے حوالے سے اس دور کے مروجہ مزاج کی بھی آئینہ دار ہے۔انھوں نے جس شخص کو جس طرح محسوس کیا اور برتا ہے اس کے خط و خال واضح کرنے میں ویسی ہی بے تکلفی اور بے ساختگی دکھائی ہے۔اس لیے ان کے مرقعے جیتے جاگتے نظر آتے ہیں۔(۱۲) ''میرے دور کی چند عجیب ہستیاں'' میں بھی جوش نے گھریلو ملازمین اور ایسے اشخاص جو کسی نہ کسی حوالے ان کی زندگی پر اثر انداز ہوئے ان کا ذکر کیا ہے۔اگر چہ ان کا مقصد خاکہ نگاری نہیں تاہم سوانح کے دونوں حصوں یعنی ''میرے چند قابلِ ذکر احباب'' اور ''میرے دور کی چند عجیب ہستیاں'' میں جوش ایک باکمال خاکہ نگار کی حیثیت سے سامنے

آئے ہیں۔ بقول رشید حسن خان:

ان شخصیتوں کا تعارف تفصیلی نہیں۔ سب نیم رُخ تصویریں ہیں۔ آئینہ ایسے زاویے سے رکھا گیا ہے کہ صرف وہی لوگ سامنے آسکیں جن کو روشنی میں لانا مقصود ہے۔ اس لحاظ سے یہ ناتمام خاکے ہیں۔ اس کے باوجود مرقع نگاری کی خوبی سے یکسر خالی نہیں۔ (۱۳)

جوش نے اشخاص کے خاکے تیار کرنے میں محبت، محنت اور لفظیات کا ہنرمندانہ استعمال کیا ہے۔ ان کی نثر میں سادگی اور سلاست بھی قابلِ دید ہے۔ وہ طویل جملے لکھتے ہیں لیکن عبارت کی روانی میں فرق نہیں آنے پاتا۔ تین جملوں پر مشتمل یہ عبارت ملاحظہ ہو:

کہتے ہیں لکھنؤ میں ایک بوڑھے میرزا صاحب رہتے تھے، جنھوں نے حضرت جانِ عالم واجد علی شاہ کی آنکھیں دیکھی تھیں۔ ایک بار چند نوجوانوں نے اصرار کیا کہ میرزا صاحب قبلہ کچھ پرانے حالات سنائیے، انھوں نے، سینہ پیٹ کر کہا، لڑکو مجھ سے یہ داستان نہ سنو، ورنہ میری چھاتی شق ہو جائے گی، تمھاری تھوڑی دیر کی دلچسپی ہو جائے گی اور میں پہروں کے لیے بیکار ہو کر رہ جاؤں گا، لیکن جب ان نوجوانوں نے ان کے قدم پکڑ لیے، تو ماضی کی طرف پلٹنے پر مجبور ہو گئے اور حالات سناتے سناتے، تھوڑی دیر میں ان کا یہ عالم ہو گیا کہ گلا رندھ گیا، ہچکیاں لے لے کر رونے لگے، اور ہائے ''جانِ عالم'' کہہ کر بے ہوش گئے۔ سو، بندہ پرور، اپنا حال سنا کر، میں بھی، اسی طرح ہچکیاں لے لے کر رو رہا ہوں۔ (۱۴)

جوش کی نثر میں طویل لیکن آسان اور قابلِ فہم جملے پڑھنے کو ملتے ہیں۔ جوش کے اسلوبِ تحریر پر لکھنوئ تہذیب و مزاج کی چھاپ خاصی واضح ہے۔ اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ ملیح آباد اور لکھنؤ کے درمیان فاصلہ صرف تیرہ میل کا ہے۔ لہٰذا دونوں شہروں کی تہذیب و ثقافت میں مماثلت بھی ہے۔ لکھنوئ شعرا اور شرفاء کی صحبت کے حوالے سے جوش لکھتے ہیں:

لکھنؤ کے وہ روساء، علماء، ادباء، شرفاء اور شعراء جو میرے باپ کے پاس آتے یا وہ ان کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے...... وہ تمام لوگ اس قدر شائستہ، شستہ اور گداختہ تھے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کرۂ خاک کے نہیں کسی کرۂ نور کے باشندے ہیں۔ انھیں بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کر کے میں نے شائستگی سیکھی، ادب اور زبان میں نظر پیدا کی اور یہ ذرا سی شُد بُد جو آج مجھے ادب و زبان پر حاصل ہے یہ انھیں کی صحبت کا اثر ہے۔ (۱۵)

چنانچہ جوش کی لفظی پیکر تراشی، ان کا حسن بیان، ان کی تخلیقی نثر کی انفرادیت کا سرچشمہ، لکھنوئ روزمرہ و بامحاورہ زبان سے آگاہی ہے۔ فارسی الفاظ و تراکیب کے ساتھ ساتھ فارسی و ہندی محاورات اور ضرب الامثال کا بیان جوش کی نثر کی پہچان ہے۔ یہ چھوٹی سی عبارت محاوراتی زبان کی عمدہ مثال ہے۔ مثلاً لکھتے ہیں:

ارزانی اور اس پر دولت کی فراوانی، ہر طرف ایک چہل پہل تھی۔ امراء کے دروازوں پر صبح شام نوبت بجا کرتی تھی۔ آئے دن جلسے، مجرے، دعوتیں اور مشاعرے ہوتے، متوسطین تک غرقِ نشاط رہا کرتے تھے، اور اسکاچ وسکی صرف آٹھ روپے میں ملتی اور پانی کی طرح بہائی جاتی تھی۔(۱۶)

درج بالا عبارت میں جزئیات نگاری کے ساتھ ساتھ روزمرہ محاوراتی زبان کی رنگینی قابلِ دید ہے۔ مثلاً ارزانی و دولت کی فراوانی، امراء کے دروازوں پر صبح شام نوبت بجا کرتی، وسکی پانی کی طرح بہائی جاتی وغیرہ۔ اس طرح کے بامحاورہ جملوں، عبارات اور فارسی الفاظ وتراکیب کا استعمال پوری آپ بیتی میں جابجا نظر آتا ہے۔ ان کی نثر میں بہت سے مفرس ومعرب الفاظ ایسے بھی ہیں جو عصر حاضر کی ادبی اور روزمرہ زندگی میں مستعمل نہیں رہے۔ تاہم یہ اودھ تہذیب کے ادبی مزاج کے آئینہ دار اور نمائندہ ضرور ہیں۔ ان الفاظ کی فہرست اگرچہ خاصی طویل ہے لیکن ان میں سے چند الفاظ نمونے کے طور پر درج کیے گئے ہیں۔

بریدہ رنگ، شیب دریدہ، امید بریدہ، عُذوبت، سقف و بام، رنگش رنگش، غرفۂ نفس، صباح طینت، مووت، جفتگی وغیرہ۔

اس کے علاوہ ''یادوں کی برات'' میں ایسے الفاظ بھی ملتے ہیں جن کی املا مروجہ املا سے مختلف ہے مثلاً:

یادوں کی برات	مروجہ املا
پاکھے	پنکھے
ہات	ہاتھ
نانہال	ننھال
ساونلے	سانولے
ہتیلی	ہتھیلی
ہاتی	ہاتھی
طیار	تیار

فنی اعتبار سے یہ خودنوشت یادداشتوں پر مشتمل ہے۔ تاہم اُن کا اندازِ تحریر افسانوی ہے۔ اُنھوں نے اپنی زندگی کے حالات اور اپنے شخصی میلانات کا بہت بے کانہ اور جرات مندانہ اُسلوب میں اظہار کیا ہے۔ زبان و بیان کے حوالے سے وہ اردو زبان کی قدیم روایت سے متاثر ہیں، یعنی مقفیٰ و مسجع عبارت آرائی ان کی تحریر کا حصہ ہے لیکن اُنھیں زبان پر اس قدر دسترس ہے کہ تحریر میں روانی اور سلاست کہیں متاثر نہیں ہوئی۔ ازمانی تسلسل کے فقدان کو اس خودنوشت کی خامی تصور کیا جاتا ہے۔ تاہم جوش نے بچپن، جوانی اور پیرسنی کے واقعات کو الگ الگ تحریر کرنے کی کوشش کی ہے۔ خود پسندی جوش کی ذات کا نمایاں حصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے سامنے کسی دوسری شخصیت کو درخورِ اعتناء نہیں جانتے۔ ان کا اندازِ تحریر خاصہ پرجوش ہے۔ اگرچہ ان کے بیان میں مبالغہ آمیزی کا عنصر بھی ہے تاہم آپ بیتی کی صنف میں مبالغہ آرائی کا ہونا کوئی اچھنبے کی بات نہیں۔

المختصر ''یادوں کی برات'' کے مطالعے سے جہاں جوش کی ذات کے نفسیاتی پہلو سامنے آتے ہیں وہاں ان کے اسلوبِ تحریر کی پختگی، جرأت مندی، بے باکی و برجستگی، خاکہ نویسی کی صلاحیت، محاورہ بندی، جدتِ تراکیب، رنگین و مرصع نثر، تہذیب و معاشرت کی عکاسی اور شگفتگی وسلاست نے اردو زبان وادب کو نئی جدت سے ہمکنار کیا ہے۔ تاہم یہ سوانح ''یادوں کی برات'' نثر کی قدیم روایت کا حصہ بھی نظر آتی ہے جس میں مفرس ومعرب الفاظ، فارسی وعربی محاورات وتراکیب وغیرہ کا استعمال اسلوب کی شان تصور ہوتا تھا۔

حوالہ جات

۱۔ جوش ملیح آبادی، یادوں کی برات، مکتبہ شعروادب لاہور، ۱۹۷۵ء، ص ۱۳

۲۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ، ص ۶۱۷

۳۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۵۳۲

۴۔ جوش ملیح آبادی، یادوں کی برات، ص ۳۱

۵۔ قمر رئیس (مرتب)، جوش ملیح آبادی خصوصی مطالعہ، سیمینار کمیٹی دہلی، ۱۹۹۳ء، ص ۳۰۸

۶۔ خلیق انجم (مرتب)، جوش ملیح آبادی تنقیدی جائزہ، انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی، ۱۹۹۲ء، ص ۱۶۱

۷۔ جوش ملیح آبادی، یادوں کی برات، ص ۱۶

۸۔ اطہر قسیم، ڈاکٹر، اردو ادب کی آپ بیتیاں، تحقیقی وتنقیدی جائزہ، ص ۹۸

۹۔ قمر رئیس (مرتب)، جوش ملیح آبادی خصوصی مطالعہ، ص ۲۹۰

۱۰۔ جوش ملیح آبادی، یادوں کی برات، ص ۴۸۷

۱۱۔ ایضاً، ص ۵۱۳

۱۲۔ خلیق انجم (مرتب)، جوش ملیح آبادی تنقیدی جائزہ، ص ۱۵۹

۱۳۔ قمر رئیس (مرتب)، جوش ملیح آبادی خصوصی مطالعہ، ص ۲۹۸

۱۴۔ جوش ملیح آبادی، یادوں کی برات، ص ۱۲

۱۵۔ ایضاً، ص ۸۹

۱۶۔ ایضاً، ص ۲۲۳

کتابیات

۱۔ انور سدید، ڈاکٹر، اُردو کی مختصر تاریخ، عزیز بک ڈپو، لاہور، طبع پنجم ۲۰۰۶ء

۲۔ اطہر قسیم، "اردو ادب کی آپ بیتیاں، تحقیقی وتنقیدی جائزہ" غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی (اُردو) نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء

۳۔ جوش ملیح آباد "یادوں کی برات" مکتبہ شعر وادب، لاہور۔
۴۔ خلیق انجم (مرتب) جوش ملیح آبادی تنقیدی جائزہ، انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی، ۱۹۹۲ء
۵۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۳ء
۶۔ قمر رئیس (مرتب) جوش ملیح آبادی خصوصی مطالعہ، سیمینار کمیٹی دہلی، ۱۹۹۳ء

صنوبر الطاف

استاد شعبہ اردو، نمل، اسلام آباد

اردو ادب میں ہیروئن کا تصور

Ms. Snober Altaf

Lecturer Urdu Department, Numl Islamabad.

The Concept of Heroin in Urdu Literature

The role of heroine in urdu literature is variable.How the concept of heroine changing and what conditions cause these variation?These issues require consideration.The concept of heroine is attached with subcontinent society.As for when society developed they accept the new ideas and theories.Writers also change their concept about heroine.The journey of man made heroine to an educated,strong and responsible heroine is very long and interesting.

ادب زندگی کا ترجمان ہے۔اس لیے یہ وہی پیش کرتا ہے جو اسے اردگرد نظر آتا ہے۔ایک ادیب کی کہانیاں، قصے، واقعات اور کردار حقیقی زندگی سے مستعار ہوتے ہیں۔ادیب اپنے گرد لپٹے کرداروں کے تار و پو کسی ماورائی دنیا سے اخذ نہیں ہوتے بلکہ یہ وہی لوگ ہیں جنہیں ہم روزمرہ کی زندگی میں ہنستے، روتے، کھیلتے اور بلکتے دیکھتے ہیں۔اسی طرح ادیب کے موضوعات بھی حقیقی زندگی سے اخذ کردہ ہیں۔ادیب اپنے قاری کو وہی کچھ دیتا ہے جو کچھ وہ معاشرے سے لیتا ہے۔یہ ایک غیر شعوری عمل ہے کہ کسی معاشرے کے معاشی، معاشرتی اور تہذیبی اقدار ادیب پر براہِ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ادیب اور معاشرے کے تعلق کو مجنوں گورکھپوری یوں بیان کرتے ہیں:

> ادیب بھی اسی طرح ایک مخصوص ہیئت اجتماعی، ایک خاص نظامِ تمدن کا پروردہ ہوتا ہے۔جس طرح کہ کوئی دوسرا فرد اور ادب بھی براہِ راست ہماری معاشی اور سماجی زندگی سے اسی طرح متاثر ہوتا ہے جس طرح ہمارے دوسرے حرکات وسکنات۔(۱)

حقیقی زندگی کے دو ہی مرکزی کردار ہیں مرد اور عورت۔ ہمارا ادب ان دونوں کرداروں کی نفسیات اور کردار کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ جوں جوں معاشرہ کروٹ بدلتا ہے دونوں کے کردار بدلتے رہتے ہیں۔ جیسے ایک وقت تھا کہ عام عورتوں کا گھر سے